الٰہی تا بود خورشید و ماہی
چراغِ چشتیاں را روشنائی

حامیٔ چشتیاں

مختصر حالات

قدوۃ السالکین، زبدۃ الصالحین، اسوۃ الواصلین، محبوبِ بارگاہِ صمدانی، وارثِ ولایتِ سلیمانی، مطلوبِ حضرتِ ثانی، عطائے فخری لقائے نورِ محمدی، عطائے موسوی

حضرت خواجہ محمد حامد تونسوی

تالیف

پروفیسر افتخار احمد چشتی صمدی سلیمانی

چشتیہ اکادمی فرحت منزل فیصل آباد


شیخ المشائخ قطب الاقطاب
حضرت خواجہ
شاہ محمد سلیمان تونسوی
رحمۃ اللہ علیہ
المعروف پیر پٹھان
کی سوانح حیات مبارکہ کی کتب ہمارے پاس
PDF فائل میں دستیاب ہیں
PDF
جس بھائی کو چاہیئے وہ ہمارے واٹس ایپ پر مفت حاصل کرسکتا ہے
مزید معلومات کیلئے ہمارے YouTube
یوٹیوب چینل کو سبسکرائب کریں
Sulemania Chishtia Library
PDF
اس کے علاوہ دیگر تونسوی خواجگان کی سیرت
پر کتب اور اسلامی کتب بھی طلب کرسکتے ہیں۔
+92 332 1717717 خلیفہ مدنی تونسوی


الصلوٰة والسلام علیك یا سیدی یا رسول اللہ
پرائمری اور مڈل امتحان دینے
والے طلباء کیلئے داخلے جاری ہیں
رحمۃ اللہ علیہ
جامعہ مولانا احمد تونسوی
حفظ القرآن مع التجوید
درس نظامی
عصری تعلیم
مہتمم
غلام عباس چشتی
0318-6384966
0348-7019706
نزد قبرستان فلٹریشن پلانٹ منگڑوٹھہ روڈ
تونسہ شریف

کتاب ——— رسالہ حامیٔ چشتیاں
ناشر ——— چشتیہ اکادمی فیصل آباد
سالِ اشاعت (طبع اوّل) ——— ۱۳۹۸ھ (۱۹۷۸ء)
سالِ اشاعت (طبع دوم) ——— ۱۴۱۰ھ (۱۹۹۰ء)
کتابت ——— حاجی محمد صدیق، محمد اکرم جاوید
مطبع ——— نفیس پرنٹنگ پریس فیصل آباد
قیمت ———

بسعیٔ اہتمام

میاں ہارون احمد چشتی

مکتبۃ الفوائد، فرحت منزل چنیوٹ بازار
فیصل آباد، پاکستان (ٹیلی فون ۲۸۸۵۵ - ۰۴۱۱)

انتساب

مخدومی و مُرشدی عارفِ لاثانی، وارثِ نعمتِ سُلیمانی،

خواجۂ دِلنواز

حضرت خواجہ خان محمّد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

سجادہ نشینِ خامس آستانۂ عالیہ سُلیمانیہ تونسہ شریف،

کے نام

انہیں کے فیض سے ہے نام روشن میرا عالم میں

وگرنہ یُوں تو بالکل رُوسیہ مثلِ نگیں ہُوں میں،

مُندرجات

عرضِ مرتّب

بسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیمِ ط

شہبازِ طریقت حضرت خواجہ شاہ محمّد سلیمان تونسویؒ کے بعد آپ کے پوتے حضرت ثانی خواجہ شاہ اللّٰہ بخشؒ پہلے سجادہ نشین بنے۔ اُنہوں نے اپنے دادا جانؒ کی روشن کردہ شمعِ طریقت کو اس شان و شوکت سے درخشندہ کیا کہ ایک بار پھر وہی پُرانا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔

حضرت شاہ اللّٰہ بخشؒ کے وصال کے بعد آپ کے بڑے بیٹے حضرت خواجہ حافظ محمّد موسیٰؒ سجادہ نشین بنے۔ وُہ نہایت کم گو، منکسر مزاج اور زاہد و عابد بزرگ تھے۔ وُہ اپنے آباؤاجداد کے نقشِ قدم پر چلتے ہُوئے تبلیغِ اسلام اور توسیعِ سلسلہ کے لئے آخری دم تک کوشاں رہے۔

حضرت خواجہ حافظ محمّد موسیٰؒ کے وصال کے بعد آپ کے فرزندِ اکبر حضرت خواجہ محمّد حامدؒ سجادہ نشین بنے۔ آپ کا دَور ۱۳۲۳ھ سے ۱۳۵۰ھ تک ہے۔ اِس ستائیس برس کی مدت میں آپ نے رشد و ہدایت کا فریضہ حسن حُسن و خُوبی سے سَرانجام دیا اُس کا مختصر سا جائزہ آئندہ صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے۔

یہ رسالہ مخدومی و مرشدی خواجہ دلنواز حضرت خواجہ خان محمّد تونسویؒ کے ارشادِ گرامی کے مطابق ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ میں خواجہ محمّد حامدؒ کے عرس مُبارک پر پیش کیا گیا تھا۔ اب اسے بارہ سال بعد معمولی ترمیم کے ساتھ دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔ اُمید ہے کہ حضرات حاضرین و قارئین اس خادم الفقرا کے حق میں دُعائے خیر فرمائیں گے۔

خادم الفقراء: افتخار احمد چشتی محمدی سلیمانی عفی عنہٗ

یکم ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ا

خاندان امام التارکین، برہان العاشقین، شہبازِ طریقت، غوثِ زماں، قطبِ دوراں، غریب نواز اعلیٰ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رح کے تین بیٹے تھے۔ سب سے بڑے حضرت خواجہ گل محمد رح۔ دوسرے حضرت خواجہ درویش محمد رح۔ تیسرے حضرت عبداللہ معصوم رح۔ مناقب المحبوبین میں لکھا ہے کہ چوتھا بیٹا بھی تھا جو بچپن میں فوت ہوگیا تھا اُن کا نام احمد رح تھا۔

حضرت خواجہ درویش محمد رح کا وصال شوال ۱۲۳۰ھ (= ستمبر ۱۸۱۵ء) میں ہوا وفات کے وقت ان کی عمر چودہ سال کی تھی۔ حضرت خواجہ گل محمد رح کا وصال ۱۱ رمضان ۱۲۶۰ھ (= ۲۴ ستمبر ۱۸۴۴ء) کو ہوا۔ حضرت خواجہ گُل محمد رح کے دو بیٹے تھے۔ بڑے حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش رح اور چھوٹے حضرت خواجہ خیر محمد رح۔ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان رح کا وصال ۷ صفر ۱۲۶۷ھ (= ۶ دسمبر ۱۸۵۰ء) کو ہوا۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت ثانی خواجہ شاہ اللہ بخش رح سجادہ نشین بنے۔ آپ تقریباً نصف صدی تک رونقِ سجادہ رہے۔ آپ کا وصال ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ (= ۵ جولائی ۱۹۰۱ء) کو ہوا۔

حضرتِ ثانی خواجہ شاہ اللہ بخش رح کے تین بیٹے تھے۔ سب سے بڑے حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ رح۔ دوسرے حضرت خواجہ حافظ احمد رح۔ تیسرے حضرت خواجہ محمود رح۔ حضرتِ ثانی خواجہ شاہ اللہ بخش رح کے وصال کے بعد حضرت خواجہ حافظ

محمد موسیٰؒ سجادہ نشین بنے۔ آپ کا وصال ۱۵۔ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ (= ۱۰ فروری ۱۹۰۶ء) کو ہوا۔ آپ کے چار بیٹے تھے۔ سب سے بڑے حضرت خواجہ محمد حامدؒ۔ دوسرے حضرت خواجہ غلام ذکریا صاحب۔ تیسرے خواجہ عبداللہ صاحبؒ۔ چوتھے حضرت خواجہ یوسف صاحبؒ۔ حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ کے وصال کے بعد آپ کے فرزندِ اکبر حضرت خواجہ محمد حامد تونسویؒ سجادہ نشین بنے۔

حضرت خواجہ محمد حامد تونسویؒ کی ولادت اور تعلیم و تربیت

ولادتِ باسعادت ۲۵ ذیقعدہ ۱۲۹۲ھ (= ۲۳ دسمبر ۱۸۷۵ء) بروز شنبہ ہوئی۔ حضرتِ ثانی خواجہ شاہ اللہ بخشؒ کو جب آپ کی ولادت کی خبر دی گئی تو آپ نے فرمایا "مبارک ہو اس کا نام محمد حامد رکھو"۔ بچپن ہی سے آپ میں آثارِ ولایت و کمالات ظاہر تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپکے والدِ گرامیؒ آپ سے بہت التفات رکھتے تھے۔ بارہا آپ کی آنکھوں کو بوسہ دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے "حامد ہمارے گھر کا روشن چراغ ہے"۔

جب آپ کی عمر چار سال چار ماہ چار دن کی ہوئی تو حسب دستور خاندان آپ کی تعلیم کا آغاز قرآن پاک سے کیا گیا۔ قرآن پاک کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے عربی۔ فارسی اور علوم دینی کی جملہ کتب کی تعلیم حاصل کی یہاں تک کہ علوم ظاہری کی تکمیل کر لی۔ آپکے اساتذہ کرام میں مولوی خدا بخش جراح کا نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ اس کے بعد آپ علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اپنے دادا جان حضرتِ ثانی خواجہ شاہ اللہ بخشؒ اور اپنے والدِ گرامی حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ کی سرپرستی و نگرانی میں تکمیل کے جملہ مراحل

طے کیے۔

حضرتِ ثانی صاحبؒ کی نوازشات

حضرت ثانی صاحبؒ آپ سے بے حد محبت کرتے تھے ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ آپ کی لمحہ بھر کی جدائی کو بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ اگر کبھی آپ پہلے حضرت ثانی صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کے لیے دیر ہو جاتی تو حضرتِ ثانی صاحبؒ بے قرار ہو جاتے اور فرماتے "آج حامد نے دیر کر دی۔ خیر تو ہے۔ اُسے جلد بلاؤ۔" چنانچہ جب آپ حاضر ہوتے تو حضرت ثانی صاحبؒ آپ کو گلے سے لگاتے۔ گود میں بٹھا کر پیار کرتے اور آپ کی آنکھوں پر بوسہ دیتے۔ مسجد میں نمازِ باجماعت کے لیے آپ ہمیشہ حضرت ثانی صاحبؒ کے ساتھ آیا کرتے تھے۔ آخری عمر میں جب حضرت ثانی صاحبؒ ضعیف و ناتواں ہو گئے تو آپ پانچوں نمازوں کے لیے ان کا دستِ مبارک تھام کر مسجد میں اپنے ساتھ لاتے۔ حضرت ثانی صاحبؒ نے بارہا فرمایا۔ "خدا تعالیٰ حامد کو خوش رکھے۔ یہ میری بہت خدمت کرتا ہے۔ اگر یہ میرا ساتھ نہ دیتا تو میں مسجد میں نمازِ باجماعت کے لیے بھی نہ آسکتا۔ اور روضۂ مبارک کی زیارت سے بھی محروم رہ جاتا۔" حضرت ثانی صاحبؒ آپ کو پیار سے "حامی" کے لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔

ایک دن حضرت ثانی صاحبؒ نے اپنے فرزندِ اکبر حضرت خواجہ حافظ محمد موسےٰؒ سے پوچھا "کیا حامد بیٹھا ہے؟" حضرت حافظ محمد موسیٰؒ نے عرض کیا "جی ہاں حاضر ہے" فرمایا۔ "حامد اپنا ہاتھ لاؤ۔" جب آپ نے اپنا ہاتھ حضرتِ

ثانی صاحبؒ کے ہاتھ میں دے دیا تو پھر پوچھا " یہ کس کا ہاتھ ہے " حضرت حافظ محمد موسےؒ نے عرض کیا " قبلہ یہ حامد کا ہاتھ ہے " تب حضرت ثانی صاحبؒ نے اپنی تسبیح مبارک آپ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا " لو اسے قابو کر دو، اسے پڑھنا اور حفاظت سے رکھنا "

حضرت ثانی صاحبؒ کی طرف سے سجادگی کی بشارت و اجازت

حضرت ثانی صاحبؒ کے ایام علالت میں ایک دن جب جملہ اہلِ خاندان اُن کے پاس حاضر تھے تو انہوں نے اپنے دونوں فرزندان خواجہ محمد موسےؒ اور خواجہ محمودؒ سے فرمایا کہ تم دونوں میرے پاس بیٹھو اور آپ سے فرمایا " حامد تم جاؤ۔ عصر کی نماز کا وقت ہو رہا ہے مسجد میں جا کر نماز باجماعت ادا کرو۔ پھر روضہ مبارک کی زیارت کے بعد وہیں بیٹھنا، اور مغرب کی نماز پڑھ کر واپس آنا۔ آپ نے حسب الارشاد مسجد میں نماز باجماعت پڑھی۔ روضہ مبارک کی زیارت کی۔ جب باہر تشریف لائے تو خلیفہ جمال الدین نے عرض کیا کہ میں نے مصلّٰے بچھا دیا ہے۔ مصلّٰے پر تشریف رکھیں مگر آپ مصلّٰے پر نہ بیٹھے۔ فرمایا " میں اپنے جدامجدؒ اور والدِ بزرگوار کی موجودگی میں اس مصلّٰے پر نہیں بیٹھ سکتا۔ "

جب مغرب کی نماز کے بعد حاضرِ خدمت ہوئے تو حضرت ثانی صاحبؒ نے پوچھا۔ " حامد نماز ادا کرنے کے بعد مصلّٰے پر بیٹھے تھے؟ " آپ خاموش رہے۔ حضرت ثانی صاحب نے خلیفہ جمال الدین کو طلب کیا وہ آئے تو فرمایا " کیا

حامد کے لئے مصلّٰی نہیں بچھایا گیا تھا؟" خلیفہ صاحب نے عرض کیا" قبلہ میں نے تو بچھایا تھا مگر صاحبزادہ صاحب خود ہی نہیں آ بیٹھے۔ آپ نے صاحبزادہ صاحب کو فرمایا" تو ہی بیٹھے گا۔ تو ہی بیٹھے گا۔ تو ہی بیٹھے گا۔"

انتقالِ نعمت

حضرت خواجہ حافظ محمد موسےٰ رحمۃ اللہ علیہ جب اپنی عمر مبارک کے آخری سال میں بیمار ہوئے تو آپ کو اپنے پاس طلب کیا۔ آپ حاضرِ خدمت ہوئے تو اپنی جیب سے ایک کُنجی نکال کر عطا کی اور فرمایا:

"یہ ایک صندوق کی کنجی ہے جس میں ایک اور صندوق ہے اور اس صندوق میں ایک اور صندوق ہے۔ اس تیسرے صندوق میں ایک چیز ہے۔ اس کی زیارت کرتے رہنا اور اس پر عمل کرتے رہنا۔" پھر فرمایا کہ" یہ سربستہ صندوق حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا تھا۔ پس اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں یہ صندوق کسی کو نہیں دکھایا۔ وصال سے قبل اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ صندوق حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا۔ پس انہوں نے اپنی حیاتِ مبارک میں یہ صندوق مبارک کسی کو نہیں دکھایا۔ وصال کے وقت یہ صندوق انہوں نے مجھے عطا فرمایا۔ پس میں نے اپنی زندگی میں یہ صندوق کسی کو نہیں دکھایا اب میں یہ صندوق مبارک تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ پس تو بھی اپنی زندگی میں کسی کو نہ دکھانا۔ مگر اس کی زیارت اور اس پر عمل کو اپنا وظیفہ بنائے رکھنا۔"

چند دن بعد اسی علالت کے دوران حضرت خواجہ حافظ محمد موسےٰ رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ محمد حامد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا:" حامد یار! کیا تو نے اس صندوق کی زیارت کی ہے اور اس پر عمل کیا ہے"۔ آپ نے عرض کیا۔" ہاں غریب نواز"، منقول ہے کہ

ان ہی ایام میں ایک دن کسی نے عرض کیا کہ غریب نواز آپ خواجہ محمد حامدؒ کو اپنے دیگر چھوٹے بیٹوں کے بارہ میں کوئی حکم فرما جائیں۔ حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ نے فرمایا" نہ۔ نہ۔ میں حامد یار کو اُن کے بارہ میں کچھ کہہ کر نہ جاؤں گا۔ کیونکہ حضرت ثانی صاحبؒ مجھے (خواجہ) محمودؒ کے بارہ میں کچھ فرما کر نہیں گئے تھے[1]"

عطائے خلافت

حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ ماہ ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ کے اواخر میں تونسہ شریف سے مہار شریف کے لیے روانہ ہوئے تا کہ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ کے عُرس مبارک میں حسبِ معمول شرکت کریں۔ طبیعت ناساز تھی اور نقاہت بھی حد سے زیادہ تھی۔ مگر آپ نے اسی حالت میں یہ طویل سفر کیا اور اسی علالت کی حالت میں مسجد میں بھی نماز باجماعت کے لیے حاضر ہوتے، روضہ مبارک کی بھی زیارت کرتے اور عُرس مُبارک کی محفلوں میں بھی شرکت کرتے۔ عُرس مُبارک کے اختتام کے بعد آپ حضرت خواجہ میاں محمد یوسف مہارویؒ کے مکان پر اقامت پذیر ہو گئے۔ ایک دن آپ روضہ شریف کے گنبدِ مُبارک اور خانقاہ شریف کے نقشے ملاحظہ فرما رہے تھے اور جملہ صاحبزادگانِ مہاروی بھی تشریف فرما تھے کہ اچانک حضرت خواجہ محمد حامدؒ دُور سے آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ تمام صاحبزادگانِ مہارویؒ قدم بوسی کے لیے دوڑے۔ حضرت خواجہ محمد حامدؒ آئے اور قدم بوس ہوئے۔ اور اپنے والدِ گرامی کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ انہوں نے پوچھا " بابو یہاں کیسے آئے" آپ نے عرض کیا کہ خیریت دریافت کرنے کے لیے خطوط بھیجے یہاں تک کہ تار

---

[1] عصائے موسوی مرتبہ نور محمد صاحب

بھیجے مگر جب یہاں سے کوئی جواب نہیں ملا تو لاچار خود حاضری کا ارادہ کیا تاکہ دل کو تسلی ہو۔ انہوں نے فرمایا۔ "اچھا کیا"۔

شام کی نماز سے قبل انہوں نے آپ کو مسجد میں ختم شریف کے لیے بھیجا۔ دوسرے روز آپ کو حضرت قبلۂ عالمؒ کے روضۂ مبارک کے اندر لے گئے۔ اور وہ تمام نعمتیں جو انہیں اُن کے والدِ بزرگوار سے ملی تھیں۔ آپ کے سپرد کر دیں۔ اور خلافت عطا فرما کر مجازِ مطلق بنا دیا۔ اگلے روز تونسہ شریف کے لیے روانہ ہوئے۔ یہاں آکر طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور آخر ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ (= ۱۰ فروری ۱۹۰۶ء) کو نمازِ عشاء کے وقت حضرت خواجہ حافظ محمد موسےٰؒ کا وصال ہوگیا۔ اُن دنوں ملک کے گوشہ گوشہ سے تمام بزرگ یعنی دیوان صاحب پاکپتن شریف۔ صاحبزادگانِ مہاروی، مولوی صاحبان مکھڈی، حضرات گولڑوی، بڑے بڑے نواب اور خوانین اور ہزاروں دیگر افرادِ سلسلۂ سلیمانیہ آئے ہوئے تھے۔ سمجھتے تھے کہ خواجہ محمودؒ نے ہمیں شادی پر بلایا ہے۔ یہ نہ جانتے تھے کہ حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ نے اپنی نمازِ جنازہ میں بلایا ہے۔ غرضیکہ سب نے ان کی نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ اور انہیں روضۂ مبارک میں حضرت خواجہ خیر محمدؒ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

سجادگی

آپ کو حضرت ثانی صاحبؒ نے اپنی اور حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ کی حیاتِ مبارکہ میں مصلّہ پر بیٹھنے کی اجازت فرما دی تھی۔ حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰؒ نے اپنی علالت کے دوران نعمتِ باطنی منتقل فرما دی تھی۔ نیز حضرت قبلہ عالمؒ کی خانقاہ مبارک پر وصال سے قبل

آپ کو باقاعدہ خلافت عطا فرما دی تھی۔ اور حسبِ دستورِ خاندان بھی فرزندِ اکبر ہونے کی حیثیت سے آپ ہی سجادگی کے اہل تھے۔ لہٰذا آپ سجادۂ سلیمانی پر رونق افروز ہوئے۔ ۱۹ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ بروز بدھ نمازِ عصر کے بعد جنابِ دیوان صاحب، خواجہ محمود صاحب اور دیگر بزرگوں نے روضۂ مبارک کے دروازہ میں کھڑے ہو کر خواجہ محمد حامدؒ کے سر پر دستار باندھی۔ پھر ۲۱ ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ بروز جمعۃ المبارک صاحبزادگانِ مہاروی نمازِ جمعہ کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو اپنے ہمراہ روضہ شریف میں لے گئے اور آپ کی دستار بندی کی اور یوں حق بہ حقدار رسید کے مطابق آپ آستانۂ عالیہ سلیمانیہ کے سجادہ نشینِ ثالث بن کر سجادۂ سلیمانی پر جلوہ افروز ہوئے۔

حُسنِ انتظام | حضرت خواجہ حافظ محمد موسےٰؒ کے وصال کے بعد آپ مسندِ سجادگی پر جلوہ فرما ہوئے تو آپ نے آستانۂ عالیہ سلیمانیہ کے انتظام کو بہت خوش اسلوبی سے سنبھالا۔ لنگر کے نظام کو بہت وسعت دی۔ دن رات لنگر جاری رہتا تھا۔ آپ نے لانگری کو حکم دے رکھا تھا کہ جو بھی آئے خالی نہ جائے۔ ایک دفعہ تونسہ شریف میں ایسا قحط پڑا کہ غریب دنا دار لوگ سخت پریشان ہو گئے۔ فاقوں تک نوبت پہنچ گئی۔ مگر ایسے قحط سالی کے ایّام میں بھی لنگر شریف کا دروازہ ہر کہ ومہ کے لیے ہر وقت کھلا رہتا تھا۔

ایک دفعہ لنگر شریف میں غلہ ختم ہو گیا۔ آپ کو اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے کیا کہتے ہو۔ روضہ مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

اُسے جاکر کہو جس کا لنگر ہے۔ میں تو اس کا خادم ہوں۔ چنانچہ اُسی روز بمبئی کے پیر بھائیوں کی طرف سے پندرہ سو روپیہ آگیا۔ جو لنگر میں دے دیا گیا۔

خانقاہ شریف، جامع مسجد اور دیگر تمام مکانات میں بجلی کا انتظام بھی آپ ہی نے کیا۔ آپ نے خانقاہ شریف کے لیے بجلی کا اپنا کارخانہ لگوایا۔ اس کارخانہ سے تمام مکانات میں روشنی کا انتظام ہو گیا۔ گرمیوں میں مسجد و آستانہ میں پنکھے چلنے لگے۔ روضۂ مبارک کے کلس پر بجلی کا قمقمہ لگوایا گیا جس سے سارے شہر میں روشنی ہو گئی۔ نیز مسافروں کے لیے راہ نمائی کی صورت بھی پیدا ہو گئی۔ لنگر شریف کے لیے آٹا پیسنے کی مشین لگوائی۔ برف کا ایک کارخانہ بھی لگوایا۔ گرمیوں میں برف صرف لنگر یا آستانہ کے لیے ہی مخصوص نہ تھی۔ بلکہ سارے شہر کو تقسیم ہوتی تھی۔

معمولات و مقبولیت

آپ اپنے آبا واجداد کے معمولات کے سختی سے پابند تھے۔ شریعت کی پیروی کا ہر وقت خیال رکھتے تھے اور سب کو قرآن و سنت پر چلنے کی تلقین فرماتے تھے۔ آپ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں اپنے خواجگان کرام اور مشائخ عظام کے مزارات مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ مہار شریف میں حضرت قبلہ عالمؒ کے عُرس مبارک پر باقاعدگی سے حاضری دیتے اور آستانہ عالیہ سلیمانیہ کے جملہ عراس مبارک اور تقاریب نہایت باقاعدگی اور پورے انتظام سے منعقد کراتے۔ خاص طور پر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد بہت تزک و احتشام اور عقیدت و محبت سے کراتے تھے۔

آپ نے اپنے آباؤ اجداد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے رشد و ہدایت کا فریضہ خوب سرانجام دیا۔ چنانچہ لاکھوں انسانوں کو راہِ ہدایت کی تلقین کی اور منزلِ مقصود تک پہنچایا۔ یہاں تک کہ اجمیر شریف، دہلی شریف اور دیگر خانقاہوں کے پیرزادگان، سجادہ نشینان، خادمان اور متوسلان ہزاروں کی تعداد میں آپ کے حلقۂ غلامی میں داخل ہو کر اپنی مراد کو پہنچے۔ منقول ہے کہ حضرت خواجہ محمد حامدؒ جب بھی ہندوستان تشریف لے جاتے تو اجمیر شریف، دہلی شریف، ناگور شریف، اورنگ آباد شریف، بیکانیر اور احمد آباد ضرور تشریف لے جاتے۔ اجمیر شریف جاتے تو جناب دیوان صاحب کے قیام ہوتا۔ جناب دیوان صاحب، متولّی صاحب، خادمانِ درگاہ شریف اور دیگر ہزاروں افراد آپ کے مرید تھے۔ اجمیر شریف میں ایک مرتبہ عورتیں اتنی کثیر تعداد میں مرید ہوئیں کہ ناقابلِ بیان ہے۔ عجیب روح پرور منظر تھا۔ آپ نے فرمایا سب اپنے اپنے گھروں میں بیٹھیں۔ ململ کے تھان لائے گئے۔ تھان سے تھان بندھتے چلے گئے۔ اور ایک گھر سے دوسرے گھر اور ایک محلہ سے دوسرے محلّہ تک دیواروں اور چھتوں کے ذریعے پہنچا دیے گئے۔ یہاں تک کہ پورے اجمیر شریف کے در و دیوار پر ایک جال سا بُنا گیا۔ آپ درگاہ شریف میں یا دیوان صاحب کے مکان پر بیٹھ گئے اور تھان کا ایک سرا پکڑا اور ہزاروں عورتوں اور بچیوں کو بیعت فرمایا۔

قطبِ مدار علی محمد پراچہ سے منقول ہے کہ میں کراچی میں ایک فقیرِ باکمال کی خدمت میں اپنے چند عزیز و اقربا اور

احباب کے ساتھ حاضر ہوا۔ اُس بزرگ کی وہاں بہت ہی شہرت تھی کہ صاحب کمال بزرگ ہیں۔ جب ہم پہنچے تو دیکھا بہت سے لوگ بیٹھے ہیں۔ سب باری باری اپنی حاجات پیش کرتے رہے یہاں تک کہ سب چلے گئے میں اکیلا رہ گیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ بتائیں کہ آج کل قطب[1] مدار کون ہے۔ اس درویش نے فرمایا کہ آج کل تونسہ شریف میں ایک بزرگ ہیں اُن کا نام خواجہ محمد حامد ہے۔ وُہی قطبِ مدار ہیں۔

کرامت تذکرۃ الاولیاء کی حکایت کے مطابق آپ کی سب سے بڑی کرامت آپ کی استقامت تھی۔ آپ کا کوئی کام قرآن و سنت کے خلاف نہیں تھا۔ یہی آپ کی کرامت تھی مگر تبرکاً چند واقعات کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

(۱)

لنگر کے کام میں غیبی امداد حافظ غلام حسین سے منقول ہے کہ ایک دفعہ آپ نے مجھے غلہ خریدنے کے لیے داجل بھیجا اور پیچھے سے نو بڑے خالی ٹین گھی کے لیے ارسال کیے۔ چنانچہ میں نے لنگر شریف کے لیے غلہ خریدا اور گھی کے لیے بخارا کا ارادہ کیا۔ جب موٹر سے اترا تو چونکہ بخارا سڑک سے کچھ دُور تھا اس لیے میں نے آدمی بھیجا کہ بخارا میں جاکر غوث بخش شاہ سے کہے کہ گھوڑا اور چار اونٹ ٹین لادنے کے لیے لے آئے۔

[1] اولیا اللہ کی بے شمار اقسام ہیں۔ بعض نے اس گروہِ پاک کو بارہ اقسام میں تقسیم کیا ہے۔ جملہ اقسام میں سب سے افضل اقطاب ہیں۔ اقطاب کے بھی بے شمار انواع ہیں۔ جن میں سب سے بڑا قطب مدار ہوتا ہے۔ باقی سب اقطاب اس کے ماتحت ہوتے ہیں (مرتب)

رات ہوگئی مگر نہ وہ آدمی واپس آیا اور نہ اُونٹ اور سواری۔ میرے پاس لنگر شریف کا کافی روپیہ تھا لہٰذا ڈر تھا کہ اس جنگل میں اگر چور یا ڈاکو آ گئے تو روپیہ بھی چھین لیں گے اور جان سے بھی مار ڈالیں گے۔ اس لیے میں نے آپ کو یاد کر کے کہا کہ میرے خواجہ حامد میاں صاحب اگر روپیہ لُوٹا گیا تو بھی لنگر کا نقصان ہوگا اور اگر مجھے کسی نے مار ڈالا تو میرا خون بہا آپ کے ذمہ ہوگا۔ خدا کی شان ابھی یہ بات میرے مُنہ سے نکلی تھی کہ دیکھتا ہوں ایک شخص گھوڑے پر سوار آ رہا ہے اور ساتھ چار اُونٹ بھی ہیں۔ اُس شخص نے آ کر وہ گھوڑا سواری کے لیے مجھے دے دیا اور چاروں اونٹ بھی میرے سپرد کر دیئے۔ میں گھوڑے پر سوار ہوگیا اور ساربانوں سے تین اونٹوں پر لدوا کر بخارا کی طرف روانہ ہوگیا۔ جب بخارا پہنچا تو اُترتے ہی میں نے غوث بخش شاہ سے کہا کہ پہلے اونٹوں کے لیے چارہ اور گھوڑے کے لیے دانہ کا انتظام کرو۔ اُس نے کہا گھوڑا اور اُونٹ کہاں ہیں۔ میں نے جو اُدھر نگاہ کی تو دیکھا کہ تین پڑے ہیں مگر گھوڑا، اُونٹ اور ساربان غائب ہیں۔

(۲)

اولادِ نرینہ کیلئے دُعا

میاں نصیر بخش منڑو ایک رئیس آدمی تھا۔ اُس کے اولادِ نرینہ نہیں تھی۔ وہ آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور اولاد کے لیے دُعا کا طالب ہوا۔ آپ نے دُعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے جلد ہی فرزند عطا کیا۔ اظہارِ تشکر کے طور پر اُس نے خانقاہِ عالیہ کے بڑے دروازہ پر چاندی چڑھوائی جو آج تک

آپ کی قبولیتِ دُعا کی گواہی دے رہی ہے ۔

(۳)

آگ پر قابُو پانا :- ایک دفعہ رمضان المبارک میں محمود خاں ہوتانی کے مکان میں آگ لگ گئی۔ وہاں بیسیوں اونٹ خشک گھاس کے بھی پڑے تھے۔ آگ آناً فاناً بھڑک اُٹھی اور اس کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے۔ انتہائی کوشش کی گئی مگر آگ نہ بجھی بلکہ پھیلتی گئی یہاں تک کہ شہر کو آگ لگ جانے کا خدشہ پیدا ہو گیا۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ آپ نے حکم دیا کہ کنوئیں پر جو مشین لگی ہوئی ہے چلا دی جائے۔ مشین چلا دی گئی۔ پمپ سے پانی فوارے کی طرح جاری ہو گیا۔ لوگ پانی لے جا کر آگ پر ڈالنے لگے مگر آگ کے شعلے پانی ڈالنے کے باوجود بھڑکتے جاتے تھے۔ آخر آپ نے چند کنکریوں پر دم کیا اور فرمایا جا کر آگ پر ڈال دو۔ جونہی وہ کنکریاں آگ پر ڈالی گئیں آگ فوراً بجھ گئی۔

ے اولیا را ہست قدرت از الٰہ
تیرِ جستہ باز گردانند ز راہ

محاسن آپ نہایت خوش اخلاق، کم گو، نیک کردار، شیریں زبان اور بُردبار انسان تھے۔ مکارمِ اخلاق کا عمدہ نمونہ تھے۔ زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں بے مثال تھے۔ عفو و درگزر اور صبر و تحمل کے زیورِ اخلاق سے آراستہ تھے۔ ہمدردی و غم گساری کوٹ کوٹ کر طبیعت میں بھری ہوئی تھی۔ دردمندی اور غربا پروری کے ساتھ حق گوئی و بے باکی کی صفات

سے بھی متصف تھے۔ آپ نہایت حلیم الطبع تھے۔ اکثر غربا کی دعوت قبول فرمالیا کرتے تھے اور ان کے ہاں ضرور تشریف لے جاتے تھے۔ مگر کھانا طبیعت پر موقوف تھا۔ اگر کوئی اصرار کرتا تو کوئی عذر فرما کر معذرت خواہ ہو جاتے۔ اور فرماتے "یہی آ گیا میرے ساتھیوں نے کھالیا" پھر میزبان اصرار نہ کرتے۔ آپ کا یہ فعل تقویٰ سے تعلق رکھتا ہے۔ مزید برآں حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے اس ارشاد کے بھی مطابق ہے، جس میں حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ "ہر کسی کی روٹی مت کھا بلکہ ہر کسی کو روٹی کھلا"۔ غرضیکہ آپ اپنے آباؤ اجداد اور مشائخ عظام کے محاسن کا بہترین نمونہ.... اور وارث نعمتِ فقر تھے اور مقامِ فقر ایک خاص مقام ہے جس کے بارے میں حکیم الامت علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں؛

فقر خیبر گیر با نانِ شعیر
بستۂ فتراکِ اُو سلطان و میر
فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضاست
ما امینیم ایں متاعِ مصطفےٰ است صلی اللہ علیہ وسلم

تحمّل و بُردباری:-

میاں حافظ احمد جعفر سے منقول ہے کہ آستانہ عالیہ سلیمانیہ میں ایک درویش قیام پذیر تھا۔ آپ

ہمیشہ اس کی خاطر مدارات فرماتے اور بہت خیال رکھتے۔ ایک دفعہ آپ سفر سے واپس تشریف لائے تو میں نے اس درویش سے کہا کہ حضرت خواجہ صاحب قبلہ سفر سے واپس تشریف لائے ہیں۔ تم بھی جا کر سلام و قدمبوسی کرو۔ اُس نے جواباً آپ کی شان میں چند نازیبا کلمات کہے جو میرے لیے ناقابلِ برداشت تھے۔ میں نے اُسے بہت زیادہ سخت سُست کہا۔ یہ بات آپ تک پہنچ گئی آپ نے مجھے بلا کر یہ حکایت بیان فرمائی کہ :

"حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے پاس ایک آدمی رہتا تھا۔ آپ کے سامنے تو آپ سے عزت و احترام سے پیش آتا مگر آپ کی غیر حاضری میں نازیبا کلمات کہتا۔ ایک دن جب وہ آیا تو حضرت خواجہ حسن بصریؒ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اُس نے عرض کیا کہ حضرت میں اس لائق کہاں۔ فرمایا کہ تم میرے بہت بڑے محسن ہو۔ اس لیے کہ تم ساری رات عبادت کرتے ہو اور دن کے وقت میری شکایتیں کرتے ہو اور مجھے بُرا بھلا کہتے ہو۔ حدیث پاک میں ہے کہ جو شخص دوسرے کی غیبت کرتا ہے اُس کی نیکیاں دوسرے کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں۔ اس حدیث کے مطابق تم میرے محسن ہو۔ اس لیے تمہاری تعظیم کے لیے کھڑا ہوا ہوں۔"

اس حکایت کے بیان کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ اگر یہ درویش میری شکایت کرتا ہے اور مجھے برا بھلا کہتا ہے تو وہ اپنی عبادت کا

ثواب مجھے دیتا ہے۔ میں اس کے عوض اگر کھانا کپڑا دیتا ہوں تو کونسی بڑی بات ہے۔ وہ میرا خیر خواہ ہے دشمن نہیں ہے۔ اُسے کچھ نہ کہا کرو۔

مشائخ کی تعظیم

جناب دیوان صاحب پاکپتن شریف کسی وجہ سے آپ سے ناراض ہو گئے تھے چنانچہ آپ کی نذر قبول نہیں کرتے تھے۔ مگر آپ ہمیشہ قدم بوسی حاصل کرنے کے لیے کوشش کرتے۔ اور ہمیشہ نذر پیش کرتے اور ان کی صحبت میں بیٹھنا اپنے لیے باعثِ فخر سمجھتے۔ اسی حالت میں بیس ۲۰ برس گزر گئے اور دونوں کے رویئے میں سرِ مو فرق نہ آیا۔ آخر ایک دن حضرت دیوان صاحب نے اپنے پاس بلایا۔ نذر قبول فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ میں تم سے راضی ہوا۔ واقعی تم آزمائش میں کامیاب نکلے۔

آپ تقریباً ستائیس برس سجادہ سلیمانی پر رونق افروز رہے۔ اور ایک جہان کو فیض یاب فرماتے رہے۔ لاکھوں افراد کو سلسلہ عالیہ چشتیہ میں داخل فرما کر تقویٰ اور پرہیز گاری کے راستہ پر گامزن کرایا۔ لاتعداد صاحبِ استطاعت افراد کو سلوک و معرفت کی منازل طے کرانے کے بعد خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ غرضیکہ پنجاب، سندھ، افغانستان، بلوچستان، بہاولپور، بیکانیر، جودھپور، جے پور، دہلی شریف۔ اور اجمیر شریف کے گوشہ گوشہ میں آپ کا فیضانِ روحانی پہنچا۔ اور لاکھوں انسان آپ کے حلقۂ غلامی میں داخل ہو کر اپنی مراد کو پہنچے۔

علالت و وصال

ماہ ذوالحجہ ۱۳۵۰ھ میں آپ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی کے عُرس مبارک میں شرکت کے لیے چشتیاں شریف تشریف لے گئے۔ وہیں آپ کی طبیعت علیل ہو گئی۔ اسی حالتِ بیماری میں عُرس مبارک کے اختتام پر آپ دہلی شریف تشریف لے گئے اور وہاں حضراتِ خواجگانِ کرام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ وہاں سے واپسی پر پاکپتن شریف حضرت بابا فرید گنج شکر کے مزارِ اقدس پر حاضری دی۔ وہاں سے راتوں رات بذریعہ کار تونسہ شریف کے لیے روانہ ہوئے۔ تونسہ شریف پہنچ کر طبیعت زیادہ خراب ہو گئی۔ آخر ۲۲ ذوالحجہ ۱۳۵۰ھ (۳۰ اپریل ۱۹۳۲ء) کو آپ کا وصال ہو گیا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ آپ کو روضہ مبارک میں حضرت خواجہ حافظ محمد موسیٰ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ مفتی محمد عبدالعلیم مسکین نے اس مصرع سے آپ کی تاریخِ وصال نکالی:۔

جنابِ خواجہ حامد بشد شہید شنو

۱۳۵۰ھ

اولاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین فرزند عطا کیے۔ سب سے بڑے حضرت خواجہ حافظ سدید الدین صاحب۔ دوسرے حضرت خواجہ خان محمد صاحب۔ تیسرے حضرت خواجہ محمد یوسف صاحب۔ حضرت خواجہ محمد حامد کے وصال کے بعد حسبِ دستورِ خاندان آپ کے سب سے بڑے فرزند حضرت خواجہ حافظ سدید الدین مسند نشین ہوئے۔

خلفاء

حضرت خواجہ محمد حامدؒ کے بے شمار خلفاء تھے۔ ان میں سے چند خلفاء کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت خواجہ خدابخش صاحب مہارویؒ مہار شریف
۲۔ حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدین صاحبؒ سجادہ نشین تونسہ شریف
۳۔ حضرت الحاج خواجہ خان محمد صاحبؒ سجادہ نشین تونسہ شریف
۴۔ حضرت مولوی قمر الدین صاحبؒ سجادہ نشین سیال شریف
۵۔ مولوی عبد المعبود صاحب معینیؒ۔ اجمیر شریف
۶۔ حضرت عبد الحکیم صاحبؒ نل والےؒ۔ دہلی شریف
۷۔ حضرت عبد العزیز صاحب عرف "عزیز میاںؒ" الہ آباد
۸۔ حضرت عبد المالک صاحبؒ۔ غزنی خیل، صوبہ سرحد
۹۔ حضرت مولوی فتح محمد صاحبؒ۔ مہوئی، تحصیل تونسہ شریف
۱۰۔ حضرت میاں محمد صاحبؒ۔ حامد آباد، تحصیل فتح جنگ، ضلع کیمبل پور

در مدح

حضرت خواجہ محمد حامد تونسوی رح

منقبت از عبد المعبود معینی ماخوذ از مسودات محمد عالم علی چشتی سلیمانی

والیٔ عالم خدا دانی !
مالکِ خاتمِ سلیمانی رح
شہ اللہ بخش رح کا دلبند
خواجہ موسیٰ رح کا جانشیں فرزند
سارے پیروں کا وارث مطلق
خواجۂ حامد رح خلیفۂ برحق !
وہ غلامانِ چشت کا والی !
ظلِ حق مد ظلہ العالی !
تیرا دیدار دید خواجہ ہے
تیرا طالب مرید خواجہ ہے
ہے معینی ترا غلام قدیم
رحم کرا ے کریم ابنِ کریم

السلام و علیکم
امید کرتا ہوں آپ خیریت سے ہوں گے
اس کتاب کو پی ڈی ایف کرنے کا مقصد
فی سبیل اللہ فراہم کرنا ہے لہذا اس سے
تجارتی مقصد نہیں ہے اس کو پڑھ کر
آگے سنڈ کریں اور اس بندہ ناچیز کو
اپنی دعاوں میں یاد رکھیں

pdf by
خلیفہ مدنی تونسوی
تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی
خان پاکستان
+923321717717